اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ!

وَ بِالسَّنَدِ الْمُتَّصِلِ مِنِّیْ اِلَى الْاِمَامِ الْهَمَّامِ يَقُوْلُ الْعَبْدُ الْفَقِيْرُ ذُوْالْفِقَارِ اَحْمَدُ حَدَّثَنِیْ حَضْرَةُ الْاُسْتَاذْحَافِظُ الْقُرْآنِ وَ الْحَدِيْثِ مَوْلَانَا مُحَمَّدْ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدْ اَمِيْر قَالَ حَدَّثَنِیْ حَضْرَةُ الْاُسْتَاذْ مَوْلَانَا شَيْخُ مُحَمَّدْ مَالِكْ كَانْدهلَوِیْ نَوَّرَاللّٰهُ مَرْقَدَهٗ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ مُحَمَّدْ اِدْرِيْسُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ مُحَمَّدْ اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ الظَّاهِرِ الْوَتْرِیْ الْمَدَنِیْ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدْ عَابِدْ قَالَ حَدَّثَنِیْ صَالِحُ الْعُمْرِیْ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ سَنَةَ الْعُمْرِیْ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ الْعَجَلِیْ قَالَ حَدَّثَنِیْ قُطْبُ الدِّيْنْ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ الْمُعَمَّرُ الشَّيْخُ يُوْسُفُ هَرَوِیْ الْمَشْهُوْرُ بِسه صَدْ سَالَه قَالَ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ شَاذْ قَالَ حَدَّثَنِیْ يَحْيٰى بْنُ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفُ الْفِرَبْرِیْ رَحِمَهُمَ اللّٰهُ تَعَالٰى رَحْمَةً وَّ اسِعَةً قَالَ حَدَّثَنِیْ الشَّيْخُ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْحُجَّةُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِیْ الْحَدِيْثِ وَ سَيِّدُ الْمُحَدِّثِيْنَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْمُغِيْرَةَ الْجُعْفِیِّ الْبُخَارِیْ رَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً

بَابٌ: كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ: ﴿اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيِّيْنَ مِنْ بَّعْدِهٖ﴾ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِیُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدِنِ الْاَنْصَارِیْ قَالَ: اَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ

اِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ: اِنَّهٗ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصِ نِ اللَّيْثِي يَقُوْلُ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَ اِنَّمَا لِكُلِّ امْرِیءٍ مَّانَوٰی،فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا،اَوْ اِلٰى امْرَاَةٍ يَّنْكِحُهَا،فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَاهَاجَرَ اِلَيْهِ

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

مدد مانگنے کا دن:

بخاری شریف کی ایک حدیث پاک آپ کے سامنے تلاوت کی گئی۔ جامعہ عائشہ صدیقہ کے تعلیمی سال کا پہلا دن ہے۔ جب بھی کسی چیز کی ابتدا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے دامن پھیلا کر مدد مانگنے کا دن ہوتا ہے۔اس لیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

وَ مَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ

جس طرح چھوٹا بچہ ہر کام میں اپنے بڑوں کا محتاج ہوتا ہے، ہم لوگ اس سے بھی زیادہ اپنے ہر کام میں پروردگار کے محتاج ہیں۔ آج ہم اس لیے یہاں اکٹھے ہوئے ہیں کہ ہم اللہ رب العزت سے دعائیں مانگیں کہ پروردگار ہمیں اپنی نعمتوں سے نوازیں اور وہ بچیاں جو عالیہ یا عالمیہ میں پہنچ چکی ہیں، ان کے تعلیمی سال کی ابتدا دعاؤں کے ساتھ ہو، تاکہ وہ زیادہ شوق اور ذوق کے ساتھ حدیث پاک پڑھیں اور خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں۔

تین بنیادی عقیدے:

دینِ اسلام نے تین بنیادی عقیدے پیش کیے ہیں:

(۱) توحید: ہمارا معبودِ حقیقی صرف ایک ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (الاخلاص)

(۲) رسالت: نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سید الانبیاء ہیں، امام الانبیاء ہیں، خاتم النبین ہیں، اللہ رب العزت کے محبوب ہیں اور اس کے بھیجے ہوئے سچے رسول ہیں۔

(۳) قیامت: کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے، جب سب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے اور ہر بندہ اپنے کیے دھرے کا جواب دہ ہوگا۔

كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ (الطور: 21) ''ہر بندہ اپنے عملوں کے بدلے رہن میں رکھا گیا ہوگا''

جیسے رہن سے کوئی چیز چھڑانے کے لیے کچھ ادا کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح بندے کو بھی جان چھڑانے کے لیے نیکیوں کی صورت میں قیمت ادا کرنی پڑے گی، اس کو جزا اور سزا کا دن کہتے ہیں۔

یہ تین عقیدے بنیادی عقیدے ہیں اور باقی تمام عقیدے ان کے گرد و پیش گھومتے ہیں۔ وہ جزوی عقیدے ہیں۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ پہلے اور دوسرے عقیدے کا بھی انسان اس وقت تک پابند رہتا ہے جب تک کہ اس کا تیسرا عقیدہ مضبوط ہو۔ جب اس کے دل میں قیامت کا خوف ہو اور اللہ رب العزت کے سامنے پیشی کا خوف ہو تو وہ دنیا میں اپنے نفس کو بھی قابو کرتا ہے، شیطان کے پیچھے بھی نہیں چلتا، خواہشات کو بھی اپنا قبلہ نہیں بناتا، بلکہ محنت و مجاہدہ کرتے ہوئے صبر و ضبط کے ساتھ پروردگار کے حکموں

کی بجا آوری کے ساتھ اور نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی مبارک سنتوں کی اتباع کے ساتھ اپنی زندگی گزارتا ہے۔حسرت اور افسوس کی بات ہے کہ آج ہمارا یہی تیسرا عقیدہ کمزور ہو چکا ہے۔اتنا کمزور کہ عورتیں آپس میں بات کرتے ہوئے کہتی ہیں:

''ایہہ جہان مٹھا تے اگلا کیں ونج ڈٹھا''

جب وہ مسلمان ہو کر ایسی باتیں زبان سے نکالتی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دل میں اللہ کے سامنے پیش ہونے کا پکا یقین نہیں ہوتا۔ بلکہ اکثر لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ وہاں جائیں گے تو دیکھی جائے گی۔گویا کہ آخرت کی تیاری وہ موت سے پہلے کرنے کے بجائے یوں سوچتے ہیں کہ جب وہاں جائیں گے تو نجات کی کوئی نہ کوئی صورت نکال لیں گے۔یہی انسان کی غلط فہمی ہے۔اس لیے کہ جب آگ لگ جائے تب کنویں نہیں کھودے جاتے، پہلے سے اگر کھودے ہوئے ہوں تو ان کا پانی کام آتا ہے۔اسی طرح جو انسان دنیا میں موت کی تیاری کرے گا، قیامت کے دن اسے وہ تیاری کام آئے گی۔ جو بندہ دنیا سے بغیر تیاری کے فوت ہو گیا اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ جیسے اس نے سمندر کے اندر بغیر کشتی کے چھلانگ لگا دی۔

قیامت کے دن کے مختلف نام:

عام دستور یہ ہے کہ جو چیز زیادہ بڑی اور شان والی ہو اس کے زیادہ نام ہوتے ہیں۔ چنانچہ قیامت کے دن کے بھی مختلف نام رکھے گئے ہیں۔مثال کے طور پر:

☆ اس کو یَوْمُ الْقِیٰمَۃ کہا گیا ہے۔کھڑے ہونے کا دن۔اللہ کے حضور پیشی کا دن۔

☆ یَوْمُ الْحَسْرَۃِ بھی کہا گیا۔حسرت کا دن۔کہ بہت سارے لوگ ایسے ہوں گے جن کو اس دن بڑی حسرت ہو گی کہ کاش ! ہم نے دنیا میں نیک اعمال کر لیے ہوتے اور آج ہم یوں ذلیل اور رسوا نہ

ہوتے۔

☆ یَوْمُ التَّغَابُنْ بھی کہا گیا ہے۔تغابن کا لفظی معنی ہے،''فیصلہ''۔چنانچہ قیامت کا دن فیصلے کا بھی دن ہے۔

یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِ (التغابن:9)

جس دن وہ تمہیں جمع ہونے کے دن جمع کرے گا اور وہ ہار جیت کا دن ہوگا

اے انسان!وہ تیرے لیے ہار جیت کا دن ہوگا۔یا تو زندگی کی بازی جیت جائے گا،یا زندگی کی بازی ہار جائے گا۔

☆ یَوْمُ الْوَعِیْدِ(قٓ:20) بھی کہا گیا ہے۔

☆ یَوْمُ الْفَصْلِ(المرسلت:14) بھی کہا گیا ہے۔

قیامت کے دن وہ نام جو قرآن مجید میں بیان کیے گئے اگر ان کا اردو میں ترجمہ کیا جائے تو تفصیل کچھ یوں ہوگی:

روزِ قیامت

یومِ حسرت

یومِ حساب

یوم ندامت

زلزلے کا دن

کڑک کا دن

روزِ واقعہ

کھڑکھڑانے کا دن

چھا جانے والا دن

دل کو ہلا دینے والا دن

روزِ برحق

ہنگامے کا دن

چیخ وپکار کا دن

ملاقات کا دن

باہم پکارنے کا دن

بدلے کا دن

ڈراوے کا دن

پیشی کا دن

اعمال کے وزن ہونے کا دن

فیصلے کا دن

جمع ہونے کا دن

دوبارہ اٹھنے کا دن

رسوائی کا دن

سخت دن

انصاف کا دن

پھیلنے کا دن

بلا شک وشبہ دن

وہ دن جس میں کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔اور

وہ دن جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

ان چند ناموں سے اندازہ لگائیے کہ قیامت کا دن کتنا عجیب دن ہوگا۔

دنیا کی سب سے بڑی خبر:

عام دستور یہ ہے کہ جب بڑے کسی چیز کو بڑا کہیں تو واقعی وہ بہت بڑی چیز ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت جو خود عظیم اور ارفع واعلیٰ ہیں وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ (البقرہ:255) انہوں نے قیامت کے دن کے بارے میں ایک جگہ ارشاد فرمایا:

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ○ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ○ (النبا:1-2)

یہاں اللہ رب العزت نے قیامت کے دن کے بارے میں نَبَاِ الْعَظِيْم (النبا:2) کے الفاظ ارشاد فرمائے۔کہ اے محبوب ﷺ! یہ آپ سے پوچھتے ہیں ایک بڑی خبر کے بارے میں۔یعنی ایک ''بڑا واقعہ'' یا ''بڑا حادثہ''

جب اللہ رب العزت کسی چیز کو بڑا کہیں تو اس کا مطلب ہے کہ واقعی وہ چیز بڑی ہوگی۔ چنانچہ ہم نے دنیا میں بڑی خبریں سنیں۔مثلاً:

ہم نے یہ خبر سنی کہ حضرت آدمؑ کو فرشتوں نے تو سجدہ کیا، ابلیس نے نہ کیا، یہ بھی اتنی بڑی خبر نہیں۔

حضرت آدمؑ کو جنت سے زمین پر اتار دیا گیا، پوشاک اتاری گئی، یہ بھی اتنی بڑی خبر نہیں۔

حضرت نوحؑ کے وقت میں پوری دنیا کے اندر سیلاب آیا، یہ بھی اتنی بڑی خبر نہیں۔

ایک پیغمبر علیہ السّلام کی ہڈیوں سے لوہے کی کنگھی کے ساتھ گوشت کو علیحدہ کر دیا گیا، یہ بھی اتنی بڑی خبر نہیں۔

قومِ ثمودؑ پر عذاب آیا، یہ بھی اتنی بڑی خبر نہیں۔

قومِ عادؑ پر عذاب آیا، یہ بھی اتنی بڑی خبر نہیں۔

قومِ شعیبؑ پر عذاب آیا، یہ بھی اتنی بڑی خبر نہیں۔

حضرت موسیٰؑ کی بد دعا سے فرعون اپنی قوم کے ہمراہ دریا کے اندر غرق ہوا، یہ بھی اتنی بڑی خبر نہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھا لیا گیا، یہ بھی اتنی بڑی خبر نہیں۔

جب اللہ کے محبوب ﷺ تشریب لائے تو آپ نے آکر سب سے بڑی خبر سنائی۔ وہ سب سے بڑی خبر کیا تھی؟ کہ اے محبوب ﷺ! آپ سے یہ پوچھتے ہیں عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ (النبا:2) بڑی خبر کے بارے میں۔ اس بڑی خبر کا اعلان کرنے کے لیے بڑے پیغمبر تشریف لائے، اور انہوں نے آکر بتایا کہ قیامت کا دن کب اور کیسا ہوگا۔

صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فجر کی نماز کے بعد بیان کرنا شروع کیا، اس میں قیامت سے پہلے رونما ہونے والی چھوٹی اور بڑی نشانیاں بتاتے رہے، حتیٰ کہ بتاتے بتاتے ظہر کا وقت ہو گیا۔ ہم لوگوں نے ظہر کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد پھر اللہ کے محبوب ﷺ خطبہ دینے بیٹھ گئے، حتیٰ کہ اسی حال میں عصر کا وقت ہو گیا۔ اتنا کھول کھول کر اللہ کے محبوب ﷺ نے قیامت کے دن کے

بارے میں بتایا۔

ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ (الحج:1)

”اے انسانو! ڈرو اپنے پروردگار سے، بے شک قیامت (کے دن) کا زلزلہ بہت بڑا حادثہ ہے۔

آگے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ○ (الحج:2)

قرآن مجید میں قیامت کے دن کا تذکرہ:

قرآن مجید میں قیامت کے دن کا تذکرہ بہت کثرت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ بلکہ مکی سورتوں میں تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد قیامت کے دن کا تذکرہ ملتا ہے۔ مثال کے طور پر:

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَ نُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ○ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَ كَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ○ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ○ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ○ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ○ (الفرقان:29-25)

ایک جگہ فرمایا:

إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (الانشقاق:1) ایک جگہ فرمایا: إِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ (الانفطار:1)

ایک اور مقام پر فرمایا:

إِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝ (زلزال:1-4)

یہ ایسا دن ہوگا جب زمین اپنی خبریں بیان کرے گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کو رپورٹ پیش کرے گی۔ اے مالک! تیرے اس بندے نے اس جگہ پر یہ عمل کیا، اس جگہ پر یہ گناہ کیا، اس جگہ پر یہ گناہ کیا۔ انسان اس دن پریشان ہوگا کہ میں نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ جس جگہ پر بیٹھ کر میں گناہ کروں گا وہی اللہ رب العزت کے سامنے گواہی دینے والی بن جائے گی۔

ایک جگہ فرمایا:

اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝ (القارعہ:1-5)

قرآن مجید میں ایک ایسی سورت بھی ہے جس کا نام ہی سورت القیامۃ رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ پر فرمایا:

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ ۝ (عبس:34-36)

ایک جگہ فرمایا:

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ (الحآقہ:18)

ایک مقام پر فرمایا:

وَ نَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ ○ (الانبیآء:47)

ایک جگہ فرمایا:

وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِیْنَ (الانبیآء:47)

ایک جگہ فرمایا:

وَ اِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ (الانبیآء:94)

میرے بندے جو عمل کر رہے ہیں ہم اس کو لکھ رہے ہیں یعنی لکھوا رہے ہیں۔

یہ بھی کہا جائے گا:

وَ قِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (الصّٰفّٰت:24)

ان کو ذرا روکو اس پل کے اوپر، اس لئے کہ ان سے ہم نے کچھ سوال پوچھنے ہیں۔

قیامت کے دن کی چار گواہیاں:

قیامت کے دن چار شہادتیں قائم ہوں گی:۔

(۱) انسان کے اعضا:

یہ سلطانی گواہ بنیں گے۔ یہ خود بتائیں گے کہ ہم نے دنیا میں کیا کیا کرتوت کیے۔

(۲) اللہ کے فرشتے:

وَ اِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ○ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ○ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ○ (الانفطار:10-12)

(۳) نامہء اعمال:

انسان کا نامہء اعمال بھی بطور گواہ پیش کیا جائے گا۔ اس دن اگر انسان کو اس کا نامہء اعمال دائیں ہاتھ میں مل جائے گا تو اس کی خوشی کی انتہا نہیں ہوگی۔ وہ کہے گا:

هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتَابِيَهْ ○ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ○ (الحآقه:19-20)

دیکھا! یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے دل میں یقین ہوگا کہ ہمیں قیامت کے دن اللہ کو حساب دینا ہے۔ اور جن کو نامہء اعمال بائیں ہاتھ میں ملے گا وہ کہیں گے:

يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتَابِيَهْ ○ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ○ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ○ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ○ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ○ (الحآقه:25-29)

(۴) زمین:

انسان جس جگہ پر گناہ کرتا ہے زمین کا وہ حصہ بھی اس کے خلاف گواہی دے گا اور رپورٹ دے گا کہ اس نے یہ یہ گناہ کیے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ○ (زلزال:4)

معیتِ الٰہی کا احساس:

شہوت ایسی چیز ہے جو انسانوں کو گناہوں پر آمادہ کرتی ہے۔ لیکن نیک انسان اللہ رب العزت کے سامنے کی شرمندگی اور رسوائی سے ڈرتے ہوئے اپنے نفس کو لگام ڈالتا ہے اور کوئی بھی کام خلاف شریعت نہیں کرتا۔ ہمارے اکابر، طلبا اور طالبات کے دلوں میں قیامت کا ایسا نقشہ جما دیتے تھے کہ دوران سال ہر دن وہ یونہی سمجھتے رہتے کہ ہم اللہ رب العزت کے سامنے جواب دہ حالت میں ہیں۔

چنانچہ وہ جو کام بھی کرتے ہیں اس کے بارے میں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ پروردگار ہمیں دیکھ رہے ہیں۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ (الحدید:4)

''اور وہ تمہارے ساتھ ہے، تم جہاں کہیں بھی ہوتے ہو۔''

ایک سبق آموز واقعہ:

ایک آدمی کہیں جا رہا تھا۔ اس کا بیٹا بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس نے انگور کا ایک باغ دیکھا تو اس کے دل میں خیال آیا کہ میں انگور اتارتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اپنے بیٹے کو راستے میں کھڑا کیا اور کہا: بیٹا! اگر کوئی آئے تو تم مجھے آواز دے دینا میں جا کر انگور اتارتا ہوں۔

چنانچہ جیسے ہی باپ باغ میں گھسا پیچھے سے بیٹے نے آواز لگانا شروع کی:

يَا أَبِي! يَا أَبِي! أَحَدٌ يَّرَانَا

''اے ابا جان! اے ابا جان! ایک ہمیں دیکھ رہا ہے۔''

یہ سن کر باپ جلدی سے واپس آ گیا۔ قریب آ کر دیکھا تو آدمی تو کوئی نہیں تھا۔ لہٰذا اس سے پوچھا: بیٹا! ہمیں کون دیکھ رہا ہے؟ بیٹے نے کہا: ابو! انسان نہیں دیکھ رہا، انسانوں کا پروردگار دیکھ رہا ہے۔ اس وقت کے چھوٹے بچوں کے دل میں بھی قیامت کے دن کا اتنا خوف ہوتا تھا۔

ایک بچے کا حیران کن جواب:

بہلول دانا فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ گلی میں سے گزر رہا تھا کہ میں نے کچھ ایسے بچوں کو دیکھا جو کھیل رہے تھے۔ ان کے قریب ہی کچھ اور بچے موجود تھے مگر ایک بچہ الگ بیٹھا ہوا بڑا مغموم اور اداس نظر آ رہا تھا۔ میرے دل میں بات آئی کہ میں اس بچے کا دل بہلاؤں، پتا نہیں کیوں اداس اور مغموم ہے۔ چنانچہ

میں نے اس سے پوچھا: بیٹا! تمہیں کیا ہوا، تم ان کے ساتھ کیوں نہیں کھیلتے؟ اس نے میری طرف دیکھ کر کہا: چچا جان!

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا (المؤمنون:115)

یعنی کیا آپ یہ گمان رکھے ہیں کہ ہم بے فائدہ پیدا کیے گئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں بچے کی یہ بات سن کر بڑا حیران ہوا۔ چنانچہ میں نے اس سے پوچھا: بیٹا! تم ابھی چھوٹے ہو، تمہیں ابھی سے اتنا فکرمند ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ کہنے لگا: چچا جان! میں اپنے گھر میں دیکھتا ہوں کہ جب میری امی نے آگ جلانی ہوتی ہے تو وہ چولہے کے اندر چھوٹی چھوٹی لکڑیاں پہلے ڈالتی ہے، اس طرح وہ آگ سلگاتی ہے اور جب آگ بھڑک اٹھتی ہے تو پھر بڑی لکڑیوں کی باری آتی ہے، چچا جان! جب میں یہ منظر دیکھتا ہوں تو مجھے قیامت کا دن یاد آجاتا تھا، ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ جہنّم کی آگ سلگانے کے لئے چھوٹے چھوٹے بچوں کو پہلے ڈالے اور جب آگ بھڑک جائے، تو بڑے انسانوں کی باری بعد میں آئے۔ اللہ اکبر!

نبی رحمت کے دل میں پیشی کا خوف:

اللہ کے سامنے پیشی کا خوف ہی ایسی چیز ہے جو انسان کو گناہوں سے بچا لیتی ہے۔ اسی دن کے بارے میں اللہ رب العزت کے محبوب ﷺ فرمایا کرتے تھے:

یٰلَیْتَ رَبُّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا

”اے کاش! محمد ﷺ کا پروردگار محمد ﷺ کو پیدا ہی نہ فرماتا۔“

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل میں پیشی کا خوف:

یہی وجہ تھی کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ عُصْفُوْرًا

’’اے کاش! میں ایک پرندہ ہوتا‘‘

’’اے کاش! میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا‘‘

’’اے کاش! میں گھاس کا کوئی تنکا ہوتا۔‘‘

’’اے کاش! میں کسی درخت کا پتہ ہوتا۔‘‘

’’اے کاش! مجھے میری ماں نے جنا ہی نہ ہوتا۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دل میں پیشی کا خوف:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔ ایک سائل آیا اور اس نے سوال پوچھنے کے بعد کہا:

يٰلَيْتَنِيْ اَكُوْنُ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ

’’اے کاش! میں اصحابِ یمین میں سے ہوتا‘‘

جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو فرمانے لگے:

يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ اِذَا مِتُّ لَمْ اُبْعَثْ

’’اے کاش! اگر میں مرتا تو قیامت کے دن مجھے اٹھایا ہی نہ جاتا۔‘‘

جب عبداللہ بن مسعودؓ اس دن کے بارے میں یہ فرماتے ہیں تو اندازہ لگائیں کہ وہ کیسا دن ہوگا!؟ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اس دن سے بہت ڈرتے تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں پیشی کا خوف:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ گلی میں چکر لگا رہے تھے۔ فجر کا وقت قریب تھا۔ ایک

مکان سے کسی بوڑھی عورت کی آواز آئی: کیا بکری نے دودھ دے دیا؟ جواب ملا: جی ہاں۔ پوچھا: کتنا دیا؟ جواب ملا: تھوڑا دیا۔ بوڑھی عورت کہنے لگی: لینے والے آجائیں گے اس میں پانی ملا دو۔ بچی نے جواب دیا: میں پانی کیوں ملاؤں؟ عمر نے تو یہ منع کیا ہے۔ بوڑھی عورت نے کہا: اب کونسا عمر دیکھ رہے ہیں؟ جوان بچی نے جواب دیا: اگر عمر نہیں دیکھ رہے تو عمر کا خدا تو دیکھ رہا ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو آپ واپس آگئے۔ دن کے وقت آپ نے اپنے دوسرے کاموں سے فارغ ہو کر ان دونوں کو بلوایا تو پتہ چلا کہ ان میں سے جس نے جواب دیا تھا وہ ایک جوان العمر لڑکی ہے، ابھی کنواری ہے، باکرہ ہے، چنانچہ آپ نے اپنے بیٹے کے لیے اس کا رشتہ مانگا۔ بالآخر نکاح اور پھر رخصتی ہوگئی۔

جب بہو گھر آگئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ایک دن کہا: بیٹی! تیرے ذمے ایک کام ہے، تو اس کام کو روز کر دینا۔ اس نے پوچھا: امیر المومنین! کون سا کام؟ فرمانے لگے: جب میں صبح کے وقت تیار ہو کر اور خلافت نمٹانے کے لیے جانے لگوں تو تم دروازے کے قریب آکر مجھے ایک بات یاد دلا دینا۔ اس نے پوچھا: امیر المومنین! کیا بات یاد دلا دوں؟ فرمانے لگے: بس میرے قریب آکر اتنا کہہ دینا:

''اگر عمر نہیں دیکھ رہا تو عمر کا خدا تو دیکھ رہا ہے۔''

حضرت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس واقعے کا اتنا اثر لیا کہ جب وہ اکیلے بیٹھے ہوتے تو چونک پڑتے اور کہہ دیتے: اگر عمر نہیں دیکھ رہا تو عمر کا خدا دیکھ رہا ہے۔

جب عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی وفات سے پہلے وصیت کی کہ مجھے جلدی نہلا دینا اور جلدی کفنا دینا۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

اے امیر المومنین! ہم جلدی تو کریں گے ہی، لیکن آپ اتنی تعجیل کی تاکید کیوں فرما رہے ہیں؟ آپ نے

جواب میں ارشاد فرمایا: ''بات یہ ہے کہ اللہ رب العزت مجھ سے ناراض ہوئے تو تم جلدی میرا بوجھ اپنے کندھوں سے اتار دینا، اور عمر کے انجام کو تو اللہ بہتر جانتا ہے۔''

وہ حضرات اس پیشی کے دن کے بارے میں اتنا متفکر رہتے تھے۔

ایک چرواہے کے دل میں پیشی کا خوف:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یہ واقعہ سنایا کرتے تھے کہ وادیوں کے اندر بکریوں کو چرانے والا چرواہا اللہ رب العزت کا اتنا خوف دل میں رکھتا تھا کہ جب اسے کوئی کہتا کہ تم یوں خلاف شریعت کام کرلو تو وہ جواب میں کہا کرتا تھا:

أَيْنَ اللهُ ''اللہ کہاں ہے۔''

رابعہ بصریہؒ کے دل میں پیشی کا خوف:

ایک مرتبہ رابعہ بصریہؒ کے سامنے بھونا ہوا گوشت پیش کیا گیا، تو وہ دیکھتے ہی رو پڑی، لانے والے نے کہا: اماں! آپ کیوں رو پڑی ہیں؟ فرمانے لگی: میں اس لیے روتی ہوں کہ مرغ مجھ سے زیادہ بہتر ہے۔ اس نے پوچھا: وہ کیسے؟ کہنی لگی: وہ ایسے کہ اس مرغ کو پہلے ذبح کرکے اس کی جان نکالی گئی، اس کے بعد اس کو آگ کے اوپر بھونا گیا، اگر رابعہ کو قیامت کے دن معاف نہ کیا گیا تو اسے زندہ حالت میں جہنّم کی آگ میں بھونا جائے گا۔

عمر بن عبدالعزیزؒ کے دل میں پیشی کا خوف:

عمر بن عبدالعزیزؒ کی ایک رشتہ دار بوڑھی عورت نے ان سے کہا کہ تم خزانوں کا مال اپنی اولاد اور اپنے اوپر خرچ کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے ایک دینار منگوایا اور اس کو گرم کرکے گوشت کے ٹکڑے کے اوپر ڈالا۔ اس سے گوشت جلنے لگا اور اس سے بو آنے لگی۔ وہ عورت کہنے لگی: تم نے اتنی بدبو کیوں مچائی؟

فرمانے لگے: آپ جو مجھے یہ کہہ رہی ہیں، ذرا سوچو کہ قیامت کے دن میرا اس طرح گوشت جلایا جائے گا۔

مالک بن دینارؒ کے دل میں پیشی کا خوف:

مالک بن دینارؒ ایک بزرگ گزرے ہیں، وہ ایک دن دوپہر کے وقت دھوپ میں کھڑے ہو کر اللہ سے دعا مانگ رہے ہیں۔ کسی نے قریب ہو کر سنا تو وہ دعا کے دوران یہ آیت پڑھ رہے تھے:

لِيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ (الاحزاب:8)

"قیامت کے دن سچوں سے ان کی سچائی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

یہ آیت پڑھ کر وہ یہ دعا کر رہے تھے:

"اے اللہ! جن کو آپ خود سچا کہہ رہے ہیں، جب ان سے بھی قیامت کے دن آپ ان کی سچائی کے بارے میں پوچھیں گے تو پھر ہم جیسے جھوٹوں کا کیا حال ہوگا!؟"

قیامت کے دن نفسانفسی کا عالم:

قیامت کے دن نفسانفسی کا عالم ہوگا، لوگ پریشان ہوں گے۔ جہنّم کو پیش کیا جائے گا۔ اس کی انیس لگامیں ہوں گی، اور ہر لگام کو ایک بڑے فرشتے نے پکڑا ہوا ہوگا۔ اس کے نیچے ستر ہزار اور فرشتے بھی ہوں گے، اس وقت جہنّم چیختی اور چنگھاڑتی ہوگی، اور لوگوں کو دیکھ کر غصے کی وجہ سے اس میں ابال آتے ہوں گے۔ حتیٰ کہ اس کے ابال کی وجہ سے اس میں اتنے بڑے بڑے بڑے شرارے اٹھیں گے جیسے بڑے بڑے خچر ہوتے ہیں اور اس ابال کے وقت جہنّم کہے گی:

"اے اللہ! مجھے نافرمانوں پر مسلّط ہونے کی اجازت دے دیجیے۔"

اس حال کو دیکھ کر سب ڈریں گے، گھبرائیں گے کہ پتہ نہیں آج ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔

چنانچہ سب لوگ حضرت آدمؑ کے پاس جائیں گے۔ وہ ان کی مدد کرنے سے معذرت کر دیں گے اور فرمائیں گے کہ میں اس وقت اللہ رب العزت کے حضور پیش نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ میں نے ایک ممنوعہ درخت کا پھل کھالیا تھا۔ غلط فہمی کی وجہ سے۔ لہٰذا مجھے اب اپنے رب کے سامنے جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔

پھر سارے لوگ حضرت نوحؑ کے پاس آئیں گے۔ اور ان سے کہیں گے کہ آپ ہی ہمیں اللہ رب العزت کے حضور پیش کر دیجیے تاکہ ہم آج کے دن کی سختی سے بچ نکلیں۔ وہ کہیں گے ہرگز نہیں، میں نے اپنے بیٹے کے بارے میں دعا مانگ لی تھی اور اللہ رب العزت نے مجھ سے محبوبانہ خطاب فرمایا تھا اور کہہ دیا تھا:

اِنِّیْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ (هود:46)

اس لیے میں تو اللہ رب العزت کے حضور پیش نہیں ہوسکتا۔

اس کے بعد وہ سیدنا ابراہیمؑ کے پاس آئیں گے، حضرت ابراہیمؑ باوجود خلیل اللہ ہونے کے انکار فرما دیں گے۔ اور کہیں گے: نہیں، میں تو حاضر نہیں ہوسکتا۔

پھر وہ حضرت موسیٰؑ کے پاس آئیں گے۔ اور عرض کریں گے: آپ کلیم اللہ ہیں، آپ اللہ رب العزت کے حضور یہ بات کہیے۔ وہ کہیں گے: نہیں، مجھ سے تو غلطی سے ایک آدمی مر گیا تھا جس کو میں نے سمجھانے کے لیے مکا مارا تھا۔ اس لیے میں تو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش نہیں ہوسکتا۔

پھر سیدنا عیسیٰؑ سے کہیں گے۔ وہ کہیں گے کہ لوگوں نے مجھے معبود بنائے رکھا اور میری والدہ کو بھی معبود

بنائے رکھا، میں کیسے اللہ رب العزت کے سامنے پیش ہوسکتا ہوں؟

نبی رحمت ﷺ کی سفارش:

بالآخر لوگ سیدنا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور کہیں گے:

اے اللہ کے محبوب ﷺ! آپ اس وقت اللہ رب العزت سے فرما دیجیے کہ اللہ رب العزت ہم پر رحم فرمائے اور ہمیں جہنّم سے محفوظ فرمائے، جہنّم کی آگ میں ابال آرہے ہیں، اس کی آگ کو دیکھ کر دل دہل رہے ہیں، ہمارا کیا بنے گا؟ ہم اس مصیبت سے کیسے جان چھڑائیں گے۔؟

حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی علیہ السّلام کو مقام محمود پر پہنچائیں گے اور نبی علیہ السّلام وہاں جا کر سر سجدے میں ڈال دیں گے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف کریں گے جو اس سے پہلے کسی نے کی، نہ بعد میں کوئی کرے گا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت اللہ تعالیٰ کی تعریفیں کرتے ہوئے رووں گا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے میرے محبوب! آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ سر اٹھائیے، میرا آپ کے ساتھ وعدہ ہے۔

وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (الضحیٰ:5)

”اور تجھے تیرا پروردگار اتنا دے گا کہ تو بس بس کرے گا“

اے محبوب ﷺ! سَلْ تُعْطَ ”آپ مانگیں تو سہی، میں آپ کو کیسے عطا کرتا ہوں۔“

جب اللہ رب العزت یہ فرمائیں گے تو نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام عرض کریں گے: اے اللہ! اپنے بندوں کو اس دن کے غم سے نجات دے دیجیے اور ان کا حساب کتاب شروع فرما دیجیے۔ اللہ تعالیٰ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے فرمائیں گے: اچھا! کسی کو حساب کے لیے پیش کیجیے۔

اب یہ ایسا وقت ہوگا جب سب کے پتے پانی ہو رہے ہوں گے۔ انبیا بھی تھراتے ہوں گے۔ اور اولیا کے دل بھی کانپ رہے ہوں گے۔

خلفائے راشدین اپر رحمتِ الٰہی کی برسات:

اس وقت اللہ کے محبوب ﷺ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بازو سے پکڑ کر آگے کر دیں گے کہ اللہ رب العزت کے سامنے اپنا حساب پیش کیجیے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رونا شروع کر دیں گے اور کہیں گے: اے اللہ کے محبوب ﷺ! میری عمر کا زیادہ حصہ تو اسلام سے پہلے کا ہے، اس کے بعد کا حصہ تو بہت تھوڑا ہے، اس لیے میں اللہ کے حضور پیش نہیں ہو سکتا۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرمائیں گے: آپ پیش ہو جائیے۔ لیکن وہ ڈریں گے اور روئیں گے۔ مگر محبوب ﷺ کا حکم دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی سجدے میں جا گریں گے اور اسی طرح اللہ کی تعریفیں کریں گے جیسے اللہ کے محبوب ﷺ نے تعریفیں کی تھیں، اللہ رب العزت ان کو بھی فرمائیں گے: اے میرے ابوبکر! تو نے دنیا میں میرے محبوب ﷺ کا ساتھ دیا، آج تو بھی انھی کی طرح سجدے میں مجھ سے معافی مانگ رہا ہے اور رو رہا ہے، اے میرے پیارے! آپ اٹھ جائیے، آپ کے بارے میں تو قرآن میں فیصلہ کر دیا تھا:

وَلَسَوْفَ يَرْضٰى (الیل:21)

"آپ کو بھی اتنا دیا جائے گا کہ آپ خوش ہوں گے۔"

آپ کے تو میرے محبوب ﷺ پر احسانات ہیں۔ میرے محبوب ﷺ نے فرمایا تھا: میں نے دنیا میں سب کے احسانات کے بدلے چکا دیے، ابوبکر! تیرے احسان کا بدلہ قیامت کے دن اللہ دے گا۔ اے ابوبکر! آؤ، آج میں اپنے محبوب ﷺ پر احسانات کا بدلہ چکاتا ہوں اور آپ کے لیے جنت کے آٹھوں

دروازے کھول دیتا ہوں، جس دروازے سے آپ چاہیں جنت میں داخل ہو جائیں۔

ان کے بعد حضرت عمرؓ کو پیش کیا جائے گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہوں گی۔ مگر وہ بھی گھبرا رہے ہوں گے۔ جب وہ اللہ رب العزت کے حضور پیش ہوں گے تو وہ رونا شروع کر دیں گے۔ مگر ان پر اللہ رب العزت کی رحمت ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے عمر! آپ تو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد تھے، دعائیں مانگ کر انہوں نے آپ کو لیا تھا، آج میں آپ سے کیسے حساب لوں!

ان کے بعد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پیش کیا جائے گا۔ جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اللہ رب العزت کے سامنے پیش ہوں گے تو اللہ رب العزت ان کو دیکھ کر خوش ہو جائیں گے اور فرمائیں گے۔ اے عثمان! تم نے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ایسا احسان کیا کہ آج اس کا بدلہ دینے کا وقت ہے۔

وہ واقعہ یوں ہوا تھا کہ عید کا دن ہے۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام عید پڑھانے کے لیے جانے لگے۔ اماں عائشہ صدیقہؓ نے پوچھا: اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں کچھ مال پیسہ دے دیجیے تاکہ ہم کچھ پکا لیں۔ مدینہ کے یتیم آئیں گے اور بیوائیں آئیں گی تو وہ بھی ہم سے مانگیں گی، ہم بھی کچھ کھائیں اور ان کو بھی کھلائیں۔ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری جیب میں تو کچھ بھی نہیں جو میں دے سکوں۔ چنانچہ انہوں نے صبر کر لیا۔

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام عید کی نماز پڑھا کر واپس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے گھر میں کھانا بنا ہوا ہے۔ یتیم بھی کھا رہے ہیں، بیوائیں بھی کھا رہی ہیں اور وہ خود بھی کھا رہی ہیں۔ تو نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے پوچھا: عائشہ! آپ کو یہ سب کچھ کہاں سے ملا؟ عرض کیا: اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ عید نماز پڑھانے کے لیے تشریف لے گئے تو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کھانے پینے کے سامان سے لدا ہوا ایک

ایک اونٹ اپنی تمام ماؤں یعنی آپ ﷺ کی تمام ازواج کے گھروں میں ہدیہ بھیجا ہے۔ جب نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے یہ سنا تو ان کا دل بہت خوش ہوا۔ آپ نے دعا دی:

يَا رَحْمٰنُ ! سَهِّلِ الْحِسَابَ عَلَى الْعُثْمَان

''اے رحمٰن! قیامت کے دن کا حساب عثمان رضی اللہ عنہ پر آسان کر دینا۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرے محبوب نے آپ کو یہ دعا دی ہوئی تھی، میں آج اس دعا کی لاج رکھوں گا، اے عثمانؓ! میں آج تیرا حساب آسان کر دیتا ہوں۔

ان کے بعد سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو پیش کیا جائے گا۔ حدیث پاک میں آیا ہے:

أَسْرَعُ الْمُحَاسَبَةِ حِسَابُ عَلِيٍّ

''(قیامت کے دن) سب سے زیادہ آسان حساب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ کا لیا جائے گا۔''

ان کے بعد سب کا حساب شروع ہو جائے گا۔

نبیِ رحمت ﷺ کے سامنے شرمندگی کا ڈر:

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جہاں یہ برگزیدہ ہستیاں قیامت کے دن اللہ کے سامنے روئیں گی، فریاد کریں گی تو وہاں ہم کس نامۂ اعمال کو لے کر پہنچیں گے۔ ہمارا کیا حال ہوگا! اسی لیے تو کہنے والے نے کہا:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر	روز محشر عذر ہائے من پذیر

اے اللہ! تو دو عالم سے غنی ہے اور میں فقیر ہوں۔ اے اللہ! قیامت کے دن میرے عذروں کو قبول کر لینا۔

گر تو می بینی حسابم ناگزیر	از نگاہ مصطفےٰ پنہاں بگیر

اے اللہ! اگر تو فیصلہ کر لے کہ میرا حساب لازمی لینا ہے تو اے اللہ! پھر قیامت کے دن مصطفیٰ کریم کی نظروں سے اوجھل حساب لینا۔

تا کہ مجھے کہیں ان کے سامنے شرمندگی نہ ہو۔ کہیں میرے آقا یہ نہ کہہ دیں کہ تو میری کیسی بیٹی تھی!؟ تُو تو میری روحانی بیٹی تھی، تو ہی میرے حکموں پر عمل کر لیتی، باقی عورتیں چلو جاہلہ تھیں، وہ تو دین کے علم سے محروم تھیں، مگر تو تو قرآن پڑھنے والی تھی، حدیث پڑھنے والی تھی، خاصہ میں پڑھتی تھی، عالیہ میں پڑھتی تھی، عالمیہ میں پڑھتی تھی، تو ہی میری اس حدیث کی قدر کر لیتی، تو اس قرآن کی قدر کر لیتی، تو نے بھی میرے آنسوؤں کی قدر نہ کی، میں تمہاری مغفرت کے لیے راتوں کو روتا تھا، تو دن میں دوڑ دوڑ کے گناہ کرتی تھی، تمہاری نگاہیں گناہوں کے لیے اٹھتی پھرتی تھیں، تم نے بھی میری ان دعاؤں کی قدر نہ کی، تو نے علم حاصل کر کے میری یہ وراثت تو حاصل کر لی مگر اس کو عملی جامہ نہ پہنایا۔ سوچیے کہ پھر قیامت کے دن ہمارا کیا حال ہوگا!

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ایک مرتبہ دعا مانگی:

''اے اللہ! قیامت کے دن بخش دینا، اے اللہ! قیامت کے دن بخش دینا۔''

بڑی دیر تک دعا مانگتے رہے۔ بالآخر فرمانے لگے:

''اے اللہ! اگر آپ نے قیامت کے دن مجھے نہ بخشا ہو، تو پھر مجھے اندھا کھڑا کر دینا، تا کہ مجھے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے سامنے شرمندگی نہ ہو۔''

سوچیے تو سہی کہ ہمارے اکابر تو ایسی ایسی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اس دن ہمیں بھی اپنے پروردگار کے سامنے پیش ہونا ہوگا۔ جو لوگ نیکی پر عمل کرنے والے ہوں گے، تقویٰ پر عمل کرنے والے ہوں گے، قیامت کے دن وہی بخشے جائیں گے، پروردگار فرماتے ہیں:

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ (التحریم: 8)

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے محبوب ﷺ کو بھی اور جو لوگ ان پر ایمان لے آئے ان کو بھی رسوا نہیں کرے گا۔'' نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ (التحریم: 8) یہ ایمان کا نور ہوگا جو انہوں نے قرآن پڑھ کے حاصل کیا، حدیث پڑھ کے حاصل کیا، مجاہدے کر کے حاصل کیا، سارا سال مدارس کے اندر رہ کے سادگی سے زندگی گزاری، پردے کے اندر رہ کر زندگی گزاری، تقویٰ کی زندگی گزاری اور پھر یہ نور، جو ان کو ملے گا، یہ نور ایمان قیامت کے دن ان کے کام آئے گا۔ لہٰذا قیامت کا دن بہت عجیب دن ہے۔ اسی لیے اس دن سے بڑے بڑے محدثین اور مفسّرین بھی ڈرا کرتے تھے۔

عبداللہ بن مبارکؒ کے دل میں پیشی کا خوف:

عبداللہ بن مبارکؒ وہ بزرگ تھے جن کے درس حدیث میں ایک ایک وقت میں چالیس چالیس ہزار لوگ موجود ہوتے تھے۔ ان کی وجہ سے لاکھوں لوگوں کی زندگی بدلی۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو شاگردوں سے کہا: مجھے چارپائی سے اٹھا کر زمین پر لٹا دو۔ شاگرد دیکھنے لگے۔ حضرتؒ نے حکم دیا: جلدی کرو۔ الامر فوق الادب امر ادب سے فائق ہوا کرتا ہے'' چنانچہ شاگردوں نے آپ کو زمین پر لٹا دیا۔ نیچے فوم کا کوئی گدا بھی نہیں تھا۔ قالین بھی نہیں تھا، کچی زمین تھی۔ جب انہوں نے اپنے استاد کو زمین کے اوپر لٹایا تو یہ دیکھ کر ان کی چیخیں نکل گئیں کہ ان کے استاد اپنا رخسار زمین کے اوپر رگڑنے لگے اور اپنی سفید ریش کو پکڑ کر روتے ہوئے کہنے لگے:

''اللہ! عبداللہ کے بڑھاپے پر رحم فرما۔''

یہ نہیں کہا: اللہ! میں محدث ہوں، میں مفسّر ہوں، میں نے حدیث کی خدمت کی، میں نے طلبا کو پڑھایا،

میں راتوں کو جاگتا رہا، میں نے تیرے سامنے اتنے سجدے کیے، میں نے اتنی اچھی زندگی گزاری۔کوئی عمل اللہ کے حضور پیش نہیں کیا۔اگر پیش کیا تو کیا پیش کیا؟ کہنے لگے: ''اللہ! عبداللہ کے بڑھاپے پر رحم فرما''۔گویا اپنے سفید بالوں کو اللہ رب العزت کے حضور پیش کیا۔

جب اتنے اتنے بڑے اکابر کا یہ حال تھا تو پھر ہم کس کھیت کی گاجر مولی ہیں! قیامت کے دن ہمارا کیا حال ہوگا!؟ اس لیے آج اپنے گناہوں سے سچی معافی مانگنے کی ضرورت ہے۔ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اللہ رب العزت کے سامنے شرمندگی اٹھانی پڑے۔

خفیہ اعمال کرنے کا ذوق:

ہمارے اکابر قیامت کے دن کی یوں تیاری کیا کرتے تھے۔وہ سوچ سوچ کر خفیہ عمل کرتے تھے۔تاکہ کسی کو کانوں کان خبر ہی نہ ہو، وہ چاہتے تھے کہ فقط اللہ کے لیے یہ عمل کیے جائیں۔اور قیامت کے دن ان کی وجہ سے ہماری بخشش ہو جائے۔آج تو اس بات کی فکر ہی بہت کم ہوتی ہے۔

اعمال کی قبولیت کی فکر:

حضرت عثمان خیر آبادیؒ رحمۃ اللہ علیہ کی کریانے کی دکان تھی۔ان کے پاس اگر کوئی کھوٹے پیسے لاتا تو وہ پیسے لے لیتے اور سودا دے دیتے۔وہ ان پیسوں کو علیحدہ جمع کرتے جاتے تھے۔انہوں نے پوری زندگی اپنا یہ دستور بنائے رکھا۔کھوٹے پیسوں والوں کو کبھی واپس نہیں بھیجتے تھے۔جب ان کا آخری وقت آیا تو وفات سے پہلے بستر پر لیٹے ہوئے دعا مانگنے لگے:

''اللہ! میرے پاس لوگ کھوٹا مال لے کر آتے تھے، کھوٹے سکے لے کر آتے تھے، اللہ! میں تیرے بندوں سے کھوٹے سکے قبول کرتا رہا، آج تو بھی میرے کھوٹے عملوں کو قبول فرما لے۔''

سوچیے تو سہی کہ ہمارے اکابر اس طرح موت کی تیاری کیا کرتے تھے۔

کھوٹے عملوں کا متبادل کچھ نہیں:

ایک بزرگ دکان پر سودا لینے گئے۔ جب دکان دار کو پیسے دیے تو اس نے دیکھ کر کہا: یہ تو کھوٹے ہیں۔ یہ سن کر رونے لگے۔ اتنا روئے کہ بے ہوش ہونے کے قریب ہو گئے۔ کسی نے کہا: جی! اتنا رونے کی کیا بات ہے؟ چند سکے کھوٹے نکل آئے، ہم اور سکے دے دیتے ہیں۔ فرمانے لگے:

''یہ بات نہیں کہ مجھے سودا نہیں ملے گا، بلکہ یہ بات ہے کہ میں ان سکوں کو ٹھیک سمجھتا رہا، جب دکان دار کے ہاتھ میں آئے تو اس نے پرکھ کر کے کہہ دیا کہ سکے کھوٹے ہیں، دنیا میں میں اور بھی سکے لے سکتا ہوں، میرے دل میں خیال آیا، او بندے! جن عملوں کو تو ٹھیک سمجھتا پھرتا ہے، اگر کل یہ عمل اللہ رب العزت کے حضور پیش ہوئے اور پروردگار نے فرما دیا کہ تیرے عمل کھوٹے ہیں تو پھر میرا وہاں کیا بنے گا؟ میں تو وہاں کوئی متبادل عمل بھی نہیں لا سکوں گا۔ اس لیے میں اس دن کو یاد کر کے رو پڑا۔''

ایک بادشاہ کی بے قراری:

محمد شاہ، مکران کا بادشاہ تھا۔ وہ ایک مرتبہ اپنے سپاہیوں کے ہمراہ شکار کھیلنے کے لیے جنگل میں گیا۔ اس جنگل میں ایک بوڑھی عورت رہتی تھی۔ اس کی گائے تھی، اس کے سپاہیوں نے اس گائے کو ذبح کر کے کھا لیا۔ اس عورت نے انہیں کہا کہ مجھے قیمت دے دو تا کہ میں دوسری گائے خرید لاؤں۔ مگر انہوں نے قیمت بھی نہ دی۔ اس نے بہت پریشان ہو کر کسی عالم سے پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ محمد شاہ اچھا آدمی ہے، تم اس سے خود ملاقات کرو اور اس کو بتاؤ، وہ تمہیں پیسے دے دے گا۔ بوڑھی عورت نے کہا کہ مجھے تو لوگ ان سے ملنے ہی نہیں دیتے۔ اس عالم نے کہا: اس نے پرسوں واپس گھر جانا ہے، اس نے ایک پل پر سے گزر کر جانا ہے، اس پل کے علاوہ دوسرا کوئی پل نہیں، تم وہاں پہنچ جاؤ اور اس پل کے اوپر کھڑے ہو کر اس کی سواری کو روک کر اپنی بات کر لینا۔ بڑھیا وہاں پہنچ گئی۔

جب تیسرے دن محمد شاہ کی سواری پل پر سے گزرنے لگی تو وہ بڑھیا آگے بڑھی اور محمد شاہ کی سواری کی لگام پکڑ لی۔ محمد شاہ نے پوچھا: بڑی اماں! کیوں روکا ہے؟ بڑھیا کہنے لگی:

’’محمد شاہ! میری بات سن، تیرا میرا ایک مقدمہ ہے، میں اتنا پوچھنا چاہتی ہوں کہ بتا اس پل پر فیصلہ کرنا چاہتا ہے یا قیامت کے دن پل صراط پر اس کا فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔‘‘

جب اس بڑھیا نے یہ بات کی تو محمد شاہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ وہ نیچے اتر آیا اور کہنے لگا: اماں! کیا بات ہوئی ہے؟ جب اس نے واقعہ سنایا تو محمد شاہ نے اسے ستر گائیوں کی قیمت ادا کی اور پاؤں پکڑ کر بے قراری سے کہا:

’’اماں! ادھر ہی معاف کر دو، میں قیامت کے دن پل صراط پر حساب دینے کے قابل نہیں ہوں۔‘‘

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی زندگیوں کو بدل کر آخرت کی فکر عطا فرمادے (آمین ثم آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ